الجواب حامدًا ومصليا

(۱)۔۔۔۔قربانی کے جانور میں ایسے شخص کو شریک نہیں کرنا چاہئے جسکی آمدنی حلال نہ ہو البتہ اگر کسی نے ایسے شخص کو اپنی قربانی میں شریک کرلیا ہے تو ایسی صورت میں بعض علماء کے نزدیک اس شخص سمیت کسی بھی شریک کی قربانی درست نہیں ہوگی جبکہ بعض علماء کے نزدیک دوسرے شرکاء کی قربانی بہرحال درست ہوجائے گی اور جس شخص کا مال حلال نہیں ہے اسکی قربانی بھی ذمہ سے اتر جائے گی لیکن اسکو قربانی کا ثواب نہیں ملے گا، مالی عبادات میں احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے قول پر عمل کیا جائے تاہم اگر کسی مجبوری میں دوسرے قول پر عمل کرلیا تو اسکی بھی گنجائش ہے، البتہ اگر کسی کو شریک کرتے وقت یقینی طور پر معلوم نہ ہو کہ اس کی آمدنی حرام ہے تو ایسی صورت میں باقی شرکاء کی قربانی بہرحال درست ہوجائے گی۔

الدر المختار-(ج٦/ص٣٢٦)

وإن مات أحد السبعة) المشتركين في البدنة (وقال الورثة اذبحوا عنه وعنكم صح) عن الكل استحسانا لقصد القربة من الكل ولو ذبحوها بلا إذن الورثة لم يجزهم لأن بعضها لم يقع قربة (وإن كان شريك الستة نصرانيا أو مريدا اللحم لم يجز عن واحد) منهم لأن الإراقة لا تتجزأ هداية لما مر

ردالمحتار-(ج٣٦/ص٢٥٧)

(قوله وإن كان شريك الستة نصرانيا إلخ) وكذا إذا كان عبدا أو مدبرا يريد الأضحية لأن نيته باطلة لأنه ليس من أهل هذه القربة فكان نصيبه لحما فمنع الجواز أصلا بدائع .

ردالمحتار-(ج٧/ص٥٥)

لو أخرج زكاة المال الحلال من مال حرام ذكر في الوهبانية أنه يجزئ عند البعض

(۲)۔۔۔جس شخص کی غالب آمدنی حرام ہو اور وہ اسی حرام آمدنی سے شرکت، مضاربت یا خرید و فروخت کرے تو اسکے ساتھ یہ معاملات کرنا جائز نہیں ہیں، اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے البتہ اگر اسکی غالب آمدنی حلال ہو یا وہ کسی حلال رقم سے یا کسی سے قرض لیکر مذکورہ معاملات کرے تو ایسی صورت میں اس سے مذکورہ معاملات کئے جاسکتے ہیں۔

الدرالمختار -(ج٥/ص٩٨)

وفيه الحرام ينتقل فلو دخل بأمان وأخذ مال حربي بلا رضاه وأخرجه إلينا ملكه وصح بيعه لكن لا يطيب له ولا للمشتري منه

حاشية ابن عابدين -(ج٥/ص٩٨)

قوله (الحرام ينتقل) أي تنتقل حرمته وإن تداولته الأيدي وتبدلت الأملاك

ردالمحتار -(ج١٩/ص٣٧٠)

(قوله الحرمة تتعدد إلخ) نقل الحموي عن سيدي عبد الوهاب الشعراني أنه قال في كتابه المنن : وما نقل عن بعض الحنيفة من أن الحرام لا يتعدى ذمتين ، سألت عنه الشهاب ابن الشلبي فقال : هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك ، أما لو رأى المكاس مثلا يأخذ من أحد شيئا من المكس ثم يعطيه آخر ثم يأخذ من ذلك الآخر آخر فهو حرام-----------والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم ، وإلا فإن علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه ، وإن كان مالا مختلطا مجتمعا من الحرام ولا يعلم أربابه ولا شيئا منه بعينه حل له حكما ، والأحسن ديانة التنزه عنه

(٣)۔۔۔۔اگر بیوی کے لئے جائز طریقے سے اپنے اخراجات برداشت کرنا ممکن ہو تو ایسی صورت میں اسکے لئے اپنے شوہر کے مال سے کھانا جائز نہیں، لیکن اگر بیوی کے لئے اپنے اخراجات جائز طریقے سے برداشت کرنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں اسکے لئے اپنے شوہر کے مال سے کھانا جائز ہے اور اسکا گناہ شوہر پر ہوگا۔

نابالغ اور چھوٹے بچوں کا بھی یہی حکم ہے اور حرام کھلانے کا گناہ باپ پر ہوگا۔البتہ بالغ اولاد کے لئے باپ کی حرام آمدنی سے کھانا جائز نہیں ہے بلکہ خود کما کر کھائیں۔

قال شیخنا العثمانی فی بحوث في قضايا فقهية معاصرة -(ج١/ص٣٤٧)

يجب على الزوجات في مثل هذه الحال أن يبذلوا أقصى ما في وسعهم في تحذير أزواجهن عن العمل في بيع الخمور والخنازير ولكنهم إن أبوا إلا العمل فيه، فإن تيسر لهن تحمل نفقات أنفسهن بطرق مباحة، فلا يجوز لهن الأكل من أموال أزواجهن، وإن لم يتيسر لهن ذلك، فيسع لهم الأكل، والإثم على الأزواج والآباء، للأطفال الصغار حكم الزوجات، أما الأولاد الكبار فعليهم أن يكتسبوا لأنفسهم، ولا يأكلوا من هذا المال.

وجواز الأكل للزوجة في مثل هذه الحالة قد صرح به بعض الفقهاء.

قال ابن عابدين رحمه الله: "امرأة زوجها في أرض الجور، إذا أكلت من طعامه ولم يكن عينه غصبا أو اشترى طعاما أو كسوة مال أصله ليس بطيب فهي في سعة من ذلك، والإثم على الزوج والله اعلم بالصواب
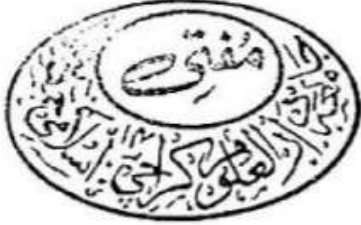
عبدالماجد اشرف عفا الله عنه

دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

۳۰ جمادی الاول ۱۴۳۲ھ

۱۵ اپریل ۲۰۱۱ء

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح

۱-۶-۱۴۳۲ھ